تاریخی حقائق

بعض سلاطین اندلس و بغداد کے شخصی حالات زندگی!

(۲)

"کہ وہ اپنے اہل وعیال کے لئے بیت المال سے نئے کپڑے بنوانے سے بھی احتراز کرتا تھا، ایک مرتبہ اپنے اہل وعیال کے کپڑوں میں پیوند لگوانے کے متعلق درزی سے مشورہ کر رہا تھا، اتنے میں شاہزادہ مہدی وہاں آپہونچا، مہدی رقعہ دوزی میں کسرشان سمجھکر کہنے لگا، امیرالمومنین اس سال گھروالوں کے کپڑے میں اپنی تنخواہ سے بنوا دیتا ہوں، آپ پرانے کپڑے کو رہنے دیجئے، منصور نے اس تجویز کو تو منظور کرلیا، لیکن اموال مسلمین سے اپنے اہل وعیال کے لئے نئے کپڑے بنوانے منظور نہ کئے"

اسی منصور کا واقعہ ہے کہ ایک دن ان کی لونڈی کہنے لگی دیکھو تو امیرالمومنین ہوکر بھٹی اور پیوند لگی قمیص پہنتے ہیں، کسی اور نے طعن سے یہ کہا "خدا کی قدرت ہے کہ اس نے خلیفہ منصور کو بادشاہت کے باوجود افلاس میں مبتلا کر رکھا ہے"

یہ بخل کی وجہ سے نہ تھا، بلکہ حق المسلمین کی وجہ سے، ورنہ یہی خلیفہ منصور ہے جس نے قاضی مدینہ کو اس صلہ میں پچاس ہزار روپے عطا کئے تھے کہ اس نے خلیفہ کے مقابلہ میں شتربانوں کے حق میں فیصلہ دیا تھا جو عقل و انصاف کا تقاضہ تھا، اسی طرح امام مالک رحمہ کی خدمت میں انھوں نے چھ ہزار دینار سے زیادہ نذرانے پیش کئے اور اسی قدر آپ کے صاحبزادہ اور ابن سمعان کو بھی مرحمت فرمایا تھا، حاجتمندوں نے بھی منصور سے بہت کچھ پایا، اور شعراء

بھی محروم نہ رہے،

منصور عباسی کا انصاف و عدل تاریخ میں مشہور رہے، اگر دشمن کے متعلق معلوم ہوجاتا کہ وہ یہ کام نیک نیتی سے کرتا ہے تو اس کو معاف کر دیتا بلکہ اس کی قدر کرتا، ایک دفعہ عامل ہمدان کو لکھ بھیجا کہ ابو نصر کو قتل کر دو۔ اس کا جرم یہ تھا کہ اس نے سلطان کے دشمن کی امداد کی تھی مگر کسی طرح بچکر دار الخلافہ میں پہونچ گیا۔ تو

"خلیفہ اس کو ملامت کرنے لگا کہ تم نے ابو مسلم کو خراسان جانے کا کیوں مشورہ دیا، ابو نصر عرض پیرا ہوا، امیر المومنین! واقعی ابو مسلم نے مجھ سے صلاح لی تھی اور میں نے اسے نیک مشورہ دیا تھا، اور ہر مسلمان کا فرض ہے، کہ جب کوئی اس سے صلاح پوچھے تو اس کو نیک نیتی کے ساتھ ایسی صحیح رائے دے جو اس کے مآل کے لئے بہتر ہو۔ اگر امیر المومنین بھی کسی امر میں مجھ سے مشورہ کریں تو میں نیک اور خیر خواہانہ مشورہ سے دریغ نہ کروں گا، گو میرا مشورہ امیر المومنین کے اغراض و مفاد کے خلاف تھا لیکن اس شخص کے لئے تو سود مند ہی تھا، جس نے میری رائے دریافت کی تھی، منصور نے یہ سُنکر نہ صرف اس کی جرم بخشی کر دی بلکہ اس کو بدرجۂ کمال عواطفِ خسروی سے ممتاز فرمایا، اور اس کے خلوص نیت پر اتنا خوش ہوا کہ اس کو ولایت موصل کا گورنر بنا کے بھیج دیا"[۱]

حق یہ ہے کہ منصور نے انصاف کا حق ادا کر دیا، اس واقعہ میں موجودہ حکام، وزراء، اور افسرانِ حکومت کے لئے بڑی بصیرت ہے، کاش وہ حاصل کریں، کسی بھی ملک کے حکمراں کی یہ صفت اس کی حکومت کی ترقی و عروج کی ضامن ہو سکتی ہے،

"نمیر مدنی کا بیان ہے کہ جن دنوں منصور مدینہ منورہ آیا، محمد بن عمران طلحی وہاں کے قاضی اور میں ان کا محرر تھا، چند شتر بانوں نے کسی معاملہ میں خلیفہ پر نالش کر دی، قاضی محمدؒ نے مجھے حکم دیا کہ امیر المومنین منصور کے نام

[۱] خلافت بنی عباس اول ص ۱۲۰ و ص ۱۲۹

حاضریِ عدالت کا حکم جاری کرو' تاکہ مدعیوں کی داد رسی کی جائے' میں نے خلیفہ کو سمن بھیجنے سے معذرت چاہی' مگر قاضی صاحب نے اس پر اپنی مہر لگائی اور مجھ سے فرمایا' کہ اس حکم کو امیرالمومنین کے پاس تم خود لے جاؤ' چنانچہ میں روانہ ہوا' جب منصور کے پاس حاضر ہو کر یہ حکم دکھایا' تو سنا' دربار میں کھڑا ہو گیا' اور حاضرین سے کہنے لگا' کہ میں عدالت میں طلب ہوا ہوں تم میں سے کوئی شخص مرے ساتھ نہ آئے' پس خلیفہ اور میں دارالقضاء میں پہنچے' قاضی صاحب تعظیم کے لئے نہ اٹھے' بلکہ اپنے جبہ کو اچھی طرح پھیلا دیا اور بڑے استقلال کے ساتھ بیٹھے رہے' پھر مدعی کو بلایا' اور ثبوت لے کر خلیفہ کے خلاف مقدمہ کا فیصلہ کر دیا" [۴۵]

کہاں ہیں کیمونزم کے پرستار' غور کریں' اس طرح کا انصاف وہ کرا سکتے ہیں' اور کسی مدعیِ جمہوریت کو تو اس عدل کا وہم بھی نہیں ہو سکتا ہے' حکومت کا نظام عدل صحیح معنی میں یہی تھا' جہاں کسی کی پرواہ نہ ہوتی تھی' حق بر ملا کہا جاتا تھا' کوئی یہ خیال نہ باندھے کہ منصور نے آگے چل کر قاضی صاحب سے بدلہ وصول کیا ہو گا یا شتربانوں کو پھنسا کر پریشان کیا ہو گا' ایسی بات ہر گز نہ ہوئی بلکہ فیصلہ سن چکنے کے بعد منصور کی زبان پر یہ کلمات تھے "خدا تمھیں اس انصاف پسندی کا اجر دے' اور خوش ہو کر قاضی کو دس ہزار دینار دیئے"

قاضی (جج) بھی اُس زمانے کے واقعی قاضی ہوتے تھے' کبھی کسی کی پرواہ نہ کی' ایک دفعہ منصور نے آزمائش کے طور پر لکھ بھیجا کہ فلاں مقدمہ میں فوجی افسر کے حق میں فیصلہ دو' قاضی نے صاف انکار کر دیا کہ یہ مجھ سے کبھی بھی نہیں ہو سکتا۔ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

حکومت کے حساب کتاب میں بھی منصور بڑا سخت تھا' بیت المال کا ایک پیسہ بھی کسی افسر کو معاف نہیں کرتا اس سلسلہ کا ایک واقعہ ملاحظہ کے قابل ہے'

"جب بغداد کی تعمیر ختم ہوئی تو تعمیرات کے افسروں سے حساب لیا گیا۔۔۔

[۴۵] ایضاً ص ۱۳۱

ابن صلت کے پاس پندرہ درہم (تقریباً پونے چار روپے) تحویل میں باقی رہے تھے، چونکہ اس نے یہ رقم ادا نہ کی، اس کو قید کر دیا۔"[1]

منصور کی زندگی کا یہ واقعہ بھی پڑھنے کے لائق ہے

محمد بن سلیمان عباسی ایک روز بغرض عیادت امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے، خلیفہ خاص محل میں تھا دیکھا ایک چھوٹا سا کمرہ ہے ...... کمرہ میں گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ صاف زمین پر نہ کوئی فرش ہے اور نہ کوئی پہننے کے کپڑے ہیں، منصور رونق افروز ہے، میں نے عرض کیا بس یہ سامان ہے، فرمایا ہاں۔"[2]

خلیفہ مہدی المتوفی ۱۶۹ھ ابو جعفر منصور کا فرزند ارجمند تھا، دس سال تک اس نے حکومت کی اور بڑے کر و فر سے کی اس نے عدل و انصاف باپ سے ترکہ میں پایا تھا، اس کی زندگی کا یہ واقعہ بہت مشہور ہے کہ آپ دربار میں احکام جاری کر رہے تھے، کہ ایک شخص دفعتہً آیا اور اس نے مہدی سے کہا،

"امیر المومنین اگر کسی کو کسی کے خلاف شکایت ہو، یا ایک نے دوسرے کا حق چھینا ہو، تو وہ آپ کی خدمت میں فریاد لاسکتا اور اپنے درد کی دوا پا سکتا ہے، لیکن جسے خود امیر المومنین پر دعویٰ کرنا ہو، فرمایئے، وہ کہاں جائے، مجھے آپ کے خلاف استغاثہ کرنا ہے، بتایئے آج میں پیش کروں، یا کل قیامت کے دن مالک یوم الدین کی عدالت میں، جہاں کسی قسم کی طرفداری یا ناطرفداری کی سازش نہ ہوگی، مہدی نے جواب دیا، اگرچہ تمام دنیاوی حاکموں کا سر ہمارے حکم کے سامنے خم ہے، مگر شریعت کے حضور میں ہم بھی سر جھکاتے ہیں، لہذا شریعت کے مطابق فیصلہ ہوگا، اور تم اس دنیا میں انصاف پا سکو گے"

خلیفہ مہدی کا یہ جواب محض زبانی نہ تھا، کہ سائل کی دلدہی ہو جائے، بلکہ یہ کہکر امیر المومنین مسند خلافت سے اٹھ کھڑے ہوئے، اس شخص کو ہمراہ

---

[1] خلافت بنی عباس اوّل صہ ۱۲۶ [2] ایضاً صہ ۱۴۲

لئے ہوئے، قاضی کی عدالت میں پہونچے، اور اس کے پاس بیٹھ کر بولے اپنا دعویٰ پیش کرو، اس شخص نے قاضی کے سامنے دعویٰ پیش کیا، امیر المومنین نے جوابدہی کی، اس پر قاضی نے مدعی سے قانونی دستاویز طلب کی، اس شخص نے پیش کی، قاضی نے معائنہ کرکے اس پر حکم لکھا، جو مہدی کے خلاف اور مدعی کے حق میں تھا، خلیفہ نے قاضی کے فیصلہ کے سامنے سر جھکادیا اور مدعی کا مطالبہ پورا کردیا۔[1]

خلیفہ ہارون الرشید المتوفی ۱۹۳ھ دنیائے اہل علم میں بہت مشہور اور عوام میں تعارف سے بے نیاز ہے اس کے کارنامے تاریخ کی دنیا میں بڑی وقعت سے دیکھے جاتے ہیں، فوج کسی سلطان وقت کو محبوب نہیں ہوتی، کہ یہ حکومت کی جان ہوتی ہے، مگر بااین ہمہ امیر العسکر شاہی فرمان کے مطابق پبلک کے معاملہ میں سخت تھا۔

"وہ اس بات کا لحاظ رکھتا تھا، کہ فوجی مفتوحہ ممالک کے کسی فرد سے بدسلوکی سے پیش نہ آئے، اگر کسی شخص سے کوئی حرکت سرزد ہوجاتی تو اس کو سخت سزا دیتا، فوجیوں کو شراب پینے کی سخت ممانعت تھی، اور ان کی اخلاقی زندگی کو جنرل سنوارنے کی حتی الامکان کوشش کرتا تھا۔"[2]

آج کے فاتح سلاطین کو یہ سطریں بہت غور و فکر سے پڑھنی چاہئیں، کہ یہ بھی ایک سلطانِ وقت ہی کا دستورِ حکومت تھا، اور وہ اپنی سلطنت کی وسعت میں آجکل کے تمام حکمراں سے بڑھا ہوا تھا، اس کی حدیں سندھ و تاتار سے بحر اوقیانوس تک پھیلی ہوئی تھیں، روم و یونان اس کے باجگزار تھے، اور تمام اسلامی دنیا سوائے اندلس زیرِ فرماں تھیں۔

آج کوئی فوج مفتوحہ ممالک میں داخل ہوتی ہے تو اس حصہ کے کسی گوشہ کو صحیح و سالم نہیں چھوڑتی ہے، قتل و خونریزی کے ساتھ اس حصہ کی عزت و آبرو بھی ان وحشیوں سے نہیں بچتی، وہاں کی عصمت مآب عورتیں بھی ان کا شکار ہوتی ہیں، مگر یہ منظر ہارون الرشید کی حکومت یا اس زمانہ کی

[1] خلافت بنی عباس اول ص۱۲۵ [2] ایضاً ص۱۸۱

کسی اسلامی حکومت میں نظر نہیں آتا وہاں کا دستور حکومت سپاہیوں کے لئے یہ تھا،

"سپاہی کے لئے یہ طے تھا، کہ چار ماہ سے زیادہ اپنے اہل وعیال سے
علیحدہ نہیں رہ سکتا، اس کو رخصت مل جاتی، تاکہ وہ اپنے بال بچوں
میں جا کر رہے،"[1]

جس حکومت میں فوجی کے لئے یہ قانون ہو، اس حکومت کے سپاہی اور فوجی یقینی طور پر انسان ہوں گے، ضرورت ہے کہ موجودہ حکمراں دنیا میں پھر ان قوانین کو نافذ کریں، اور انسانیت کی مٹی پلید ہونے سے بچالیں۔

ہارون رشید نے ۲۳ سال فرمانروائی کی، مگر اس کا معمول ہمیشہ یہی رہا کہ فرائض نماز بہ پابندی ادا کرتا، بلا عذر شرعی کبھی اس کی نماز قضا نہ ہوتی، علاوہ ازیں روزانہ سو رکعتیں نوافل پڑھتا، علم وہنر، فہم وفراست، فکر وتدبر، عفو وحلم، عزم وثبات تمام اوصاف سے متصف تھا، فیاضی اور شجاعت بھی اس میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھی مگر انھوں نے ایک دفعہ جب سفیان ثوریؒ کو خط لکھا، تو سفیان ثوریؒ نے یہ جواب لکھا، اس خط کو غور سے پڑھیئے اور اندازہ لگایئے اس زمانہ کے علماء اپنے معاملات میں کس قدر سخت تھے،

"از بندہ سفیان بنام ہارون فریفتہ دولت، تم نے اپنے خط میں خود تسلیم کرلیا ہے کہ تم نے مسلمانوں کے بیت المال کے روپیہ کو بے موقع اور بیجا گراں بہا صلے دیکر خرچ کیا، اس پر بھی تم کو تسلی نہ ہوئی، اور چاہتے ہو، کہ قیامت میں تمہارے اسراف کی شہادت دوں، ہارون تجھکو کل خدا کے سامنے جواب دینے کے لئے تیار رہنا چاہیئے، تو تخت پر اجلاس کرتا ہے، حریر کا لباس پہنتا ہے، تیرے دروازہ پر چوکی پہرہ رہتا ہے، تیرے عمال خود تو شراب پیتے ہیں، اور دوسروں کو شراب پینے کی سزا دیتے ہیں، خود زنا کرتے ہیں اور چوروں کے ہاتھ کاٹتے ہیں ان جرائم پر پہلے

[1] خلافت بنی عباس اول ص۱۵۱

تجھکو اور تیرے عمال کو سزا ملنی چاہئے، پیرادروں کو، ہارون وہ دن
بھی آئے گا کہ تیری مشکیں بندھی ہوں گی، تیرے ظالم عمال تیرے
پیچھے ہوں گے، اور تو سب کا پیشوا بنکر سب کو دوزخ کی طرف لے جائیگا
میں نے خیر خواہی کا حق ادا کر دیا، اور اب کبھی خط نہ لکھنا"

یہ خط ہارون رشید کی تخت نشینی کے زمانہ میں لکھا گیا تھا، جب اس نے ابھی ملک کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لی تھی، اس خط کا اثر خلیفہ پر یہ ہوا

"ہارون رشید اعظم نے خط پڑھا بے اختیار چیخ اٹھا، اور دیر تک روتا رہا" [1]

جو اس قدر متاثر ہوا تھا، کوئی وجہ نہیں، کہ اس نے ایک ایک بات کی اصلاح کی طرف توجہ نہ کی ہو، اور بادشاہ کی سعی پیہم سے اصلاح نہ ہوئی ہو۔

ابن سماکؒ دورِ ہارونی کے بڑے باخدا بزرگ تھے، ہارون رشید ایک دن ان کی خدمت میں گئے اتفاق وقت بادشاہ کو پیاس لگی، ابن سماکؒ نے فرمایا ذرا ٹھہرئے پہلے یہ بتائے کہ شدتِ پیاس جب آپ کو بے تاب کئے ہو۔ اور تشنگی بڑھی ہوئی ہو تو ایک پیالہ پانی کتنی قیمت دے کر لیں گے۔ ہارون رشید نے کہا اپنی نصف حکومت دے کر بھی مل سکے گا تو بھی نہ چھوڑوں گا، فرمایا اگر پیشاب رک جائے اور وہ پانی نہ نکلے تو اس کے لئے کیا خرچ کیجئے گا، ہارون رشید نے کہا آدھی سلطنت اس سلسلہ میں خرچ کر دونگا، یہ سنکر ابن سماکؒ نے فرمایا

"بس یہ سمجھ لیجئے کہ آپ کا تمام ملک ایک گھونٹ پانی اور چند قطرے
پیشاب کی قیمت رکھتا ہے، بس اس پر تکبر نہ کیجئے اور جہاں تک ہوسکے
لوگوں سے یکساں سلوک کیجئے" [2]

آج بھی کسی سلطنت کی قیمت اس سے زیادہ نہیں، حکمراں طبقہ غور وفکر سے اس واقعہ کو پڑھے اور عبرت حاصل کرے اور اسی طرح ہر وہ انسان بھی پڑھے جو دنیا میں رہ کر ظلم وجور اور تیغ آزمائی کرتا ہے، اور دولت وثروت کے لئے اپنی عاقبت خراب کرتا ہے۔

---

[1] خلافت بنی عباس اول صفحہ ۱۹۲ و صفحہ ۱۹۳ [2] ایضاً صفحہ ۱۹۴

ہارون الرشید خود بھی بڑا عالم تھا، اور اپنے بچوں کو اس نے اچھی تعلیم دلائی تھی مگر اس کے بچے بھی استاد کی نظر میں وہی حیثیت رکھتے تھے جتنے دوسرے طلبار۔ اور ان کے بچے بھی اپنے اساتذہ کی خدمتگذاری ویسی ہی فخر سمجھتے تھے جیسی کہ غریب لڑکے، ایک دن استاد اور شاہزادہ کا یہ تعلق دیکھکر بادشاہ کو بھی رشک آگیا،

"ایک دن امیر المومنین ہارون الرشید دور سے اپنے فرزندوں محمد امین اور مامون کی طرف دیکھ رہا تھا دونوں بھائی اپنے مکتب میں امام کسائی سے سبق پڑھ رہے تھے، تھوڑی دیر بعد امام کسائی کسی ضرورت سے اٹھے اور باہر جانے لگے، امین و مامون نے لپک کر استاد کے جوتے اٹھائے اور ان کے قریب رکھ دیئے، یہ دیکھکر ہارون کو تعجب ہوا، ایک خادم سے پوچھا، بتا وہ کون شخص ہے جس کے خدمتگار دنیا کے بڑے بڑے آدمی ہیں، اس نے کہا آپ' ہارون نے کہا نہیں، کسائی ہے، جس کے علم و فضل کی وجہ سے محمد امین و مامون اس کی خدمت کرتے ہیں[1]"

کہاں ہیں وہ طلبا، جنکو علم و فضل کی تلاش ہے، اس واقعہ کو پڑھیں، معمولی ثروت ان کا دماغ خراب کر ڈالتی ہے اور اپنے اساتذہ کو نوکر سے زیادہ حیثیت نہیں دیتے،

ہارون الرشید رعایا کی خبرگیری برابر رکھتا تھا، بلکہ اس سلسلہ میں اس کو جو امتیاز حاصل تھا خلافت بنی عباس میں شاید اور کسی کو حاصل نہ ہو سکا،

"شاہان عالم میں بعد فاروق اعظم رض کے ہارون الرشید رعایا کی خبرگیری کے سلسلہ میں سب سے سبقت لے گیا تھا، اس کا دستور تھا، تبدیل لباس کرکے بغداد کی گلی کوچوں میں رات کو پھرا کرتا تھا اور اپنی رعایا کے حالات دریافت کرتا، اس کے ساتھ وزیر جعفر اور مسرور غلام ہوا کرتے تھے[2]"

---

[1] خلافت بنی عباس اوّل صفحہ ۱۹۷ [2] ایضاً صفحہ ۱۹۸

آج جبکہ پبلک بھوکوں دم توڑ رہی ہے، اور گھر گھر پریشانیوں کا بے پناہ سیلاب موجزن ہے، جمہوری ملک کے صدر اور وزیر اعظم اپنی کوٹھیوں میں چین کی نیند سوتے ہیں اور شخصی حکومت کا فرمانروا فرعون بنا بیٹھا رہتا ہے، ان کو اس واقعہ سے سبق لینا چاہیے کہ جہانبانی سے ہے دشوار تر کار جہاں بینی۔

مامون الرشید، ہارون رشید کا فرزند ارجمند تھا، اس نے بیس سال پانچ مہینے بڑے جاہ و جلال سے حکمرانی کی اور ۲۱۸ھ میں انتقال کیا، اس کی زندگی کے بھی چند واقعات سن لیجئے،

"ایک مرتبہ ایک غریب بڑھیا نے مامون کے حضور میں اس کے لڑکے عباس پر استغاثہ دائر کیا، کہ شاہزادہ عباس نے اس کی جائداد پر غاصبانہ قبضہ کر لیا ہے۔ عباس عدالت میں موجود تھا، مامون نے اس کو اپنے پاس سے اٹھوا کر بڑھیا کے پاس کھڑا کر دیا، دونوں کے بیان لئے، شاہزادہ فرط ادب میں آہستہ آہستہ بولتا تھا اور بڑھیا بلند آواز سے بیان دے رہی تھی، وزیر دولت احمد بن ابی خالد نے بڑھیا کو روکا، کہ امیر المومنین کے سامنے بلند آواز سے گفتگو کرنا خلاف ادب ہے، مامون نے منع کیا، کہ جس طرح کہتی ہے کہنے دو، حق نے اسکی آواز بلند کر دی ہے، اور عباس کو گونگا کر دیا ہے' دونوں کے بیانات سننے کے بعد بڑھیا کے حق میں مامون نے فیصلہ دیا، اور موکل کو لکھ کر بڑھیا کی جائداد واپس کرادی اور بڑھیا کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی۔[1]

آج تو معمولی زمیندار بھی ایسی بات کہہ اٹھے گا، کہ اس سے ہماری توہین و تذلیل کی انتہا ہوتے لگا' مگر یہ ایک بڑے حکمران کا ضبط و تحمل اور عدل و انصاف ہے جزاہ اللہ

ایک دفعہ خود مامون پر ایک شخص نے تیس ہزار کا دعویٰ کر دیا جس کی وجہ سے بادشاہ کو قاضی کی عدالت میں حاضر ہونا پڑا بعض لوگوں نے اس وقت بادشاہ کے لئے قالین بچھانا چاہا تو قاضی صاحب نے روک دیا کہ یہاں مدعی اور مدعا علیہ' دونوں برابر ہیں، یہ دیکھکر بھی مامون کو ناگوار نہ ہوا، بلکہ اس نے جج کی تنخواہ بڑھا دی' آج دنیا کا یہی عدل و انصاف کا گنا ہوں اور خود غرضیوں کے بھر ظلمات میں ڈوب چکا ہے

[1] خلافت عباسیہ حصہ اول ص۱۸۲

اس لئے دنیا سے امن و امان اور اطمینان وسکون کا جنازہ نکل رہا ہے، اور وہ تباہی بربادی کیطرف تیزی سے جارہی ہے۔

"ایک دفعہ ایک سپاہی نے ایک شخص کو بیگار میں پکڑا، اس کی زبان پر بے ساختہ حضرت عمرؓ کا نام آگیا، مامون کو اس واقعہ کی خبر لگ گئی ...... سپاہی کو نوکری سے برخاست کردیا ہے"[1]

مامون ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ ملک میں بغاوت اور خرابی واقعتہً ہمیشہ عمال کی ہی زیادتی سے پیدا ہوتی ہے یہ درست رہیں، تو ملک مطمئن رہے، ایک دفعہ مامون نے اپنے ایک گورنر کو لکھا، جب تک تمہارا ایک شاکی بھی یہاں آتا رہا اس وقت تک تمہاری رسائی دربار میں نہیں ہوسکتی،

ایک دفعہ مامون دجلہ کے کنارے رونق افروز تھے سامنے قنات کھنچی ہوئی تھی، کہ ایک ملاح ادھر سے گذرا اور یہ اہتمام دیکھکر بلند آواز سے کہنے لگا، کہ مامون اپنے بھائی امین کو قتل کرا کے ہم لوگوں کی نگاہ میں کبھی معزز نہیں ہوسکتا، دربان کا بیان ہے کہ ہمیں خیال ہوا، کہ مامون کو غصہ آئے گا، اور اس کی گرفتاری کا حکم دیگا، مگر یہ سن کر مامون مسکرایا، اور حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا، تم لوگ کوئی ایسی ترکیب بتا سکتے ہو، کہ میں اس جلیل القدر آدمی کی نگاہ میں معزز بن سکوں ہے"[2]

اپنی غلطی کا یہ اعتراف حکمران طبقہ میں اب کہاں ؟ آج اگر کسی قاتل ظالم کو قاتل اور ظالم کہا جائے تو اسکی سزا پھانسی کا تختہ یا بندوق کی گولی ہے، لاکھوں انسانوں کو قتل کرنے والے اسی کے متمنی ہیں کہ عوام ان کی تعریف کریں، اور رات کو دن کہیں۔

مامون ظلم وجور کو کبھی برداشت نہیں کرتا تھا، عدل وانصاف کا سررشتہ ہمیشہ ہاتھوں سے تھامے رہتا، اور اس سلسلہ میں گوشہ گوشہ کی خبر رکھتا، جہاں کہیں سے اس طرح کی خبر ملتی، فوراً اس کے نام فرمانِ شاہی جاری کرتا، جس میں تہدید وتنبیہ ہوتی، ایک دفعہ

"ابن فضل طوسی کو لکھا، تمہارا بے تمیز اور درشت خو ہونا، تو میں نے گوارا کرلیا، لیکن رعایا پر ظلم نہیں برداشت کرسکتا ہے"[3]

اسی طرح ایک دفعہ

---

[1] خلافت بنی عباس اول ص۲۱ [2] ص۲۵ ایضاً [3] ص۲۲

"عمرو بن سعدہ کو لکھا، اپنی دولت (حکومت) کو عدل سے آباد کرو ظلم اس کو ڈھا دینے والا ہے"[1] اس سے بڑھکر حال یہ تھا، کہ جانوروں پر بھی ظلم پسند نہیں کرتا تھا محکمہ احتساب کو اسکی تاکید تھی کہ کوئی جانور پر اسکی قوت برداشت سے زیادہ بوجھ نہ لادے حتیٰ کہ معلمین طلباء کو ضرورت سے زیادہ زدو کوب نہ کریں۔

مامون کے ان اقوال کی روشنی میں ہمارے اس زمانہ میں غور و فکر کی بڑی ضرورت ہے، کیونکہ اس دور میں ظلم و ستم کی فراوانی ہے، مخلوق خدا اس طرز زندگی سے جاں بلب ہے، مگر حکمراں طبقہ اس طرف سے بالکل غافل ہے۔ اس کو احساس تک نہیں کہ یہ سارے مصائب ان کی ہی غفلت کے نتیجہ میں ہیں۔

خلیفہ منصور جنکا تذکرہ پہلے کیا جا چکا ہے، ان کی خدمت میں افریقہ سے ایک قاضی صاحب تشریف لائے۔ جو منصور کے زمانۂ طالب علمی کے ساتھی تھے۔

"ان سے منصور نے پوچھا، تم کو میری حکومت اور بنو امیہ کی حکومت میں کیا فرق نظر آیا، اور تم اس طویل سفر میں ہمارے جن علاقوں سے گذرتے آئے ہو، ان میں نظم و نسق کا کیا حال ہے، قاضی نے جواب دیا،

اے امیر المومنین! میں نے اعمال بد اور ظلم و جور کی کثرت دیکھی ہے، پہلے تو میرا گمان یہ تھا، کہ اس ظلم و جور کا سبب آپکا ان علاقوں سے دور ہونا ہے، لیکن میں جتنا قریب آتا گیا، معاملہ اسی قدر نازک ہوتا گیا، خلیفہ نے یہ سنکر اپنی گردن جھکالی، تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھا کر کہا، مگر میں لوگوں کا کیا کروں؟ قاضی نے جواب دیا، کیا آپ کو معلوم نہیں ہے، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے تھے، لوگ بادشاہ وقت کے تابع ہوتے ہیں، بادشاہ اگر نیک ہوگا، تو رعایا بھی نیک اور صالح ہوگی، اور اگر وہ بد ہے، تو رعایا نیک نہیں ہو سکتی"[2]

کتنا صحیح فرمایا، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے، حقیقت بالکل یہی ہے، باقی اور سب لفاظی ہی لفاظی ہے، مامون الرشید با ایں ہمہ عظمت شان بہت متواضع اور خاکسار تھا، اور اس سلسلہ میں بھی وہ مثال قائم کر گیا، قاضی القضاۃ یحییٰ بن اکثمؒ کا بیان ہے۔

"میں نے مامون سے زیادہ شریف الطبع انسان نہیں دیکھا،

[1] خلافت بنی عباس اول ص۱۶۶ [2] خلافت بنی عباس اول ص۱۶۶

ایک شب مجھ کو حریم خلافت میں سونے کا اتفاق ہوا، آدھی رات بیتے ہوئے
کچھ عرصہ گذرا، میری آنکھ کھل گئی، تشنگی کا غلبہ تھا، پانی پینے اٹھا کہ مامون الرشید
کی نظر مجھ پر یکایک پڑ گئی، انھوں نے پوچھا قاضی صاحب کیا بات ہے، سوئے
کیوں نہیں، میں نے عرض کیا، امیرالمومنین پیاس معلوم ہوتی ہے، اس نے کہا
آپ اپنے بستر پر بیٹھے، اور خود جا کر آبدار خانہ سے پانی لاکر مجھکو دیا،
میں نے عرض کیا امیرالمومنین خادم کو اٹھالیا ہوتا، فرمایا سب سوئے ہوئے
ہیں، میں نے عرض کیا، تو میں خود ہی جا کر پانی پی لیتا، مامون نے فرمایا انسان
کے لئے یہ بڑے عیب کی بات ہے کہ اپنے مہمان سے کام لے، رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے قوم کا سردار، ان کا خادم ہے“ لے

اس واقعہ سے پہلے زمانہ کے سلاطین کا اخلاق جھلکتا ہے، ان کا شریعت پر کسقدر عمل تھا
مہمان سے کام لینا اخلاقاً اور شرعاً دونوں طرح عیب جانتے تھے۔

مامون کا علمی دربار مشہور ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بڑا علم دوست تھا، ہر ہفتہ میں سہ شنبہ کو علمی مجلس کا خصوصی اجلاس منعقد ہوتا تھا جس مجلس میں ملک کے نامی گرامی علماء شریک ہوتے، اور باہم علمی مباحثے کرتے، با ایں ہمہ منصور بہت سے مسائل میں پھسل گیا، جعفر برمکی جو مامون کا اتالیق تھا مذہباً شیعہ تھا، اس نے اور بھی اپنا اثر ڈالا، جس سے بہت ساری باتیں شیعوں کی اس میں پیدا ہو گئی تھیں، انہی میں سے ایک متعہ کا مسئلہ تھا، جعفر برمکی کی عیاشی دیکھتے دیکھتے مامون خود بھی اس کا قائل ہو گیا، اور اس نے متعہ کے جواز کی منادی کرادی، جس سے علماء اہل سنت کو بڑی روحانی اذیت ہوئی، اس مسئلہ پر گفتگو کے لئے یحییٰ بن اکثم منتخب کئے گئے، چنانچہ یہ ایک دن دربار میں پہونچ گئے، جس وقت یہ وہاں پہونچے ہیں وہ حضرت عمرؓ کا یہ قول پیش کرکے

(”رسول اللہ صلعم اور ابوبکرؓ کے زمانہ میں دو متعہ تھے، میں ان کو روکتا ہوں“)

کہہ رہا تھا جس چیز کی رسول اللہ صلعم اور ابوبکرؓ کے زمانہ میں اجازت تھی، اس کے روکنے کا کسی کو کیا حق ہے
مامون سے یہ سنکر قاضی صاحب کا رنگ بدل گیا، غصہ میں سرخ ہو کر بیٹھ گئے۔ مامون نے

لے خلافت بنی عباس اوّل صفحہ ۱۵۱

خود پوچھا "یحیٰی صاحب آپ کا چہرہ کیوں متغیر ہے، انھوں نے کہا امیر المومنین اسلام میں ایک رخنہ پڑ گیا"
اس نے پوچھا وہ کیا، یحیٰی نے کہا "زنا کی حلت کا اعلان" مامون نے تعجب سے پوچھا "زنا؟ یحیٰی نے کہا،
کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ صلعم سے" اور کلام الٰہی کی یہ آیت " الا علی ازواجھم او ما ملکت
ایمانھم" (تمتع صرف دو طرح کی عورتوں کا جائز ہے، بیوی یا لونڈی) پڑھکر پوچھا، کیا متوعہ عورت
لونڈی ہے، مامون بولا نہیں، یحیٰی نے پوچھا تو پھر کیا بیوی ہے ۔ اور اس کو شوہر کی وراثت اور شوہر
کو اس کی وراثت ملتی ہے، اور اس کے اور بیوی کے تمام شرائط یکساں ہیں، مامون نے کہا نہیں ۔
یحیٰی نے کہا جب ممتوعہ ان دونوں میں سے کسی میں داخل نہیں ہے، تو پھر قرآن کے مقرر کردہ حدود سے
باہر ہے[1] اس قرآنی استدلال کے ساتھ حضرت علیؓ کی وہ روایت سنائی جس میں متعہ کی حرمت کے اعلان
کا ذکر ہے، مامون لاجار ہو گیا اور اس نے اس فعل سے توبہ کی اور پھر حرمت کی منادی کرادی،

معتصم جو مامون کے بعد خلیفہ ہوا تھا، اس نے زراعت کو بڑی ترقی دی، اس نے اس محکمہ
کے وزیر ابن زیات کو حکم دے رکھا تھا،

"جو افتادہ زمین تم ایسی دیکھو، کہ اس سال اس پر دس روپیہ صرف کردو،
تو سال آئندہ میں اس سے گیارہ روپے وصول ہوں، ایسے خرچ کے لئے مجھ سے
منظوری حاصل کرنے کی ضرورت نہیں،"[2]

یہ چند تاریخی واقعات آپ کی خدمت میں پیش کئے گئے، ان سے عبرت و بصیرت حاصل کیجئے
اور ان کی روشنی میں دنیا کی اصلاح کی طرف قدم بڑھائیے

اخیر میں ندوۃ المصنفین اور کتاب کے مصنف کا شکر گزار ہوں، کہ ان کی وجہ سے میں اس
زمانہ میں ان واقعات کو غور و فکر سے پڑھ سکا۔ اور متاثر ہوا، خدا کرے دوسرے احباب بھی ان سے
استفادہ کر سکیں۔

---

[1] خلافت بنی عباس اول ص۲۷۱ و ص۲۷۲ [2] خلافت بنی عباس اول ص۳۰۶